ناولٹ

چاند رات کا حسین ملن

"اسد کے بچے واپس دے دو میری بک ورنہ بابا سے شکایت کر دوں گی تمہاری۔"

PRIME URDU NOVELS

بھاگتے ہوئے اسد کے پیچھے دوڑتی امید اس پر چیخ رہی تھی۔ جو اس کی لو اسٹوری بک چھین کر بھاگا تھا۔ لیکن وہ اسد رہانی ہی کیا جو کسی کے ہاتھ آجائے۔ اس گھر میں اسے امید کو تنگ کرنے میں سب سے زیادہ مزا آتا تھا۔ یا یوں

کہیئے کہ ایک سیر تو دوسرا سوا سیر۔

''ارے بیٹا آرام سے چوٹ لگ جائے گی۔''

سائیڈ سے آتے احمر ربانی سے وہ بری طرح ٹکرائی تھی۔

بابا! آپ اچھا ہوا آپ آگئے۔ وہ دیکھئے ناں اسد میری بک نہیں دے رہا ہے۔

منہ بسورتے ہوئے شکایت کی۔

''اچھا! یہ بات ہے۔ ابھی خبر لیتے ہیں ہم اس کی اسد.....''

احمر ربانی نے امید کو پیار بھری نظروں سے دیکھا اور پھر بھاگتے ہوئے اسد کو آواز دی جو کہ احمر ربانی کی آواز پر دوڑا چلا آیا۔

''یہ کیا بچپنا ہے بیٹا! کیوں تنگ کر رہے ہو تم امید کو۔''

انہوں نے ڈانٹنے کے انداز میں کہا جبکہ لبوں پر شرارت پنہاں تھی۔

''واپس کرو امید کی بک''

''ارے بابا! بالکل باؤلی ہوگئی ہے یہ اور ایسی بے وقوفوں والی لو اسٹوری بک پڑھ پڑھ کے تو اس کی چھوٹی سی عقل اور زائل ہوتی جارہی ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بک ہوا میں لہرانے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ بک اچک لیتی لیکن وہ اس کے لمبے قد کی وجہ سے مار کھا گئی، کچھ بن نہ پڑا تو اس کے مضبوط بازو پر اپنے نازک مکوں کی خوب بارش کی۔ جس کا اسد ربانی جیسے بندے پر کوئی اثر نہ ہوا تھا کیونکہ وہ اس مار کا عادی تھا۔ اس لئے مزید قہقہے پر قہقہہ چھوڑتا چلا گیا۔ امید سے جب کچھ نہ بن پڑا تو منہ بسورتی احمر ربانی کا ہاتھ پکڑ کر ہلا ڈالا جو کہ یہ اس کا آخری حربہ تھا۔

''بابا! دیکھئے نا اسد کو۔''

احمر ربانی اس وقت ان دونوں کی شرارتوں سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آخر میں اسد کو تنبیہ کر بیٹھے۔

''یہ لو پکڑو اپنی اسٹوپڈ لو اسٹوری بک۔''

اسد نے سر پہ ہلکے سے بک مارتے ہوئے اس کے آگے کی۔ جسے وہ جھپٹنے کے انداز میں تھام چکی تھی اور اسی بھاری بک کو زور سے اس کے شانے پر مار کے بھاگی تھی۔ اس کی حرکت پر احمر ربانی دل کھول کر مسکرا دیئے جبکہ وہ ہنستا ہوا وہاں سے نکل پڑا۔

☆☆☆

امید 5 سال کی تھی جب ربانی ولا لائی گئی تھی اور اسے لانے والے احمر ربانی تھے۔ وہ ان کہ بچپن کے دوست محمود علی کی بیٹی تھی۔ روڈ ایکسیڈنٹ میں امید کے والدین کا انتقال ہوگیا تھا تو وہ تنہا رہ گئی لیکن احمر ربانی نے اسے حالات کے سرد و گرم تھپیڑوں سے بچالیا۔ اس لئے وہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔

احمر ربانی کے صرف 2 بیٹے تھے، روحیل ربانی اور اسد ربانی۔ اللہ نے بیٹی کی شکل میں ان کی دنیا امید سے پر کردی تھی۔ گھر کے سارے ہی افراد اسے پاکر بہت خوش تھے۔ روشن احمر نے اسے بالکل ماں کی آغوش کی طرح جگہ دی تھی، روحیل اسے بالکل اپنی چھوٹی اور پیاری بہن سمجھتا تھا اور احمر ربانی تو تھے ہی اس کے دیوانے رہ گیا اسد جو کہ تھا تو اس سے 5 سال بڑا لیکن دونوں ایک دوسرے کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کبھی بنتی تو دونوں میں خوب گاڑھی بنتی تھی اور اگر نہ بنے تو دونوں اپنے اپنے محاذ پر کھڑے ایک دوسرے پر خوب دھاوا کھولتے۔ اس لئے ان دونوں کا نکاح احمر ربانی نے امید کہ اس گھر سے کبھی نہ جدا ہونے کے لئے بچپن میں ہی کر ڈالا تھا جس سے دونوں ہی لاعلم تھے۔ اگر امید کو اس گھر سے اتنا پیار اتنی چاہت ملی تھی تو کبھی امید نے اس گھر کے مکینوں کو مایوس نہ کیا تھا۔ امید نے B.A کے بعد پڑھائی چھوڑ دی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ مما سے زیادہ دور نہیں رہ سکتی اس لئے احمر ربانی نے اسے پرائیویٹ MA کرنے کا کہا۔ جس پر وہ راضی ہوگئی۔ اس بات کو لے کر اسد نے کتنے ہی دن تک امید کا جی بھر کے مذاق اڑایا تھا۔ جس پر وہ اس سے بدلہ لینے کے لئے کبھی اس کا نفاست سے سجا کمرہ الٹ دیتی کبھی اس کی کوئی چیز چھپا دیتی تو کبھی موقع غنیمت جان کر اس پر پیچھے سے وار کرتی۔ امید کی ان سب حرکتوں پر تو وہ کبھی کبھی تلملا جاتا اور اپنا نقصان ہونے پر اسے بھی کبھی نہ بخشتا۔

اسد آج کل سی۔ایس۔ایس کے پیپرز دے کر فارغ ہوا تھا۔ آرمی جوائن کرنا اس کا خواب تھا جس کو وہ ہر حال میں پورا کرنا چاہتا تھا۔

روزانہ صبح کو واک کرنا ٹھنڈی ٹھنڈی فضاؤں سے سانسوں کو مہکانا اس کا مشغلہ تھا اس وقت بھی وہ پیڑ پر چہچہاتی چڑیوں کو سن رہا تھا۔ جب ہی کسی نے بہت زور سے اس کی پشت پر کوئی چھوٹی مگر قدرے بھاری شے ماری تھی یہ اس کے ساتھ تقریباً کوئی ایک ہفتے سے شرارت کر رہا تھا، وہ پلٹ کر ادھر ادھر دیکھتا۔ مگر کوئی ہوتا تو نظر آتا، اس کا شک سب سے پہلے امید ہی کی طرف گیا تھا جب اس کی جانچ پڑتال کی تو یہ شرارت اس کی نہ نکلی۔

کل ہی اسے امید سے پتہ چلا تھا کہ برابر کے بنگلے میں کچھ نئے لوگ آئے ہیں جن کی امید نے ہزاروں خامیاں گنوا ڈالیں۔ جن پر وہ اسے حیرت سے تکتے ہوئے بولا۔

"لیکن امید تمہیں یہ سب کیسے پتا چلا؟"

"ارے..... مجھے کیسے پتہ چلے گا، سارے محلے والے ہی ان لوگوں کی برائیوں میں لگے ہوئے ہیں اور جانتے ہو؟"

امید جاسوسی والے انداز میں اس کے نزدیک آئی اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب کیا

"لیکن تم کسی کو بتانا نہیں۔"

وہ دور ہٹ کر اس سے زور سے بولی

"نہیں، نہیں میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

وہ جاننے کیلئے گردن کو ادھر ادھر ہلانے لگا۔ وہ ایک بار پھر اس کے کان کے قریب چلی آئی۔

"میں نے ان کی چھت پر صبح صبح ایک لڑکی کو دیکھا تھا، نا جانے وہ کیا کر رہی تھی۔ لیکن جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ جھٹ وہاں سے نو دو گیارہ ہو گئی۔"

"لیکن امید! وہ وہاں کیا کر رہی تھی؟"

وہ تجسس سے بولا۔

"اب مجھے کیا پتہ، میں کیا تمہیں BBC کی رپورٹر لگتی ہوں۔ جو ہر ایرے غیرے کی خبر رکھتی پھروں۔"

اس کے ٹکے سے جواب پر اسد کا منہ فق ہو کر رہ گیا۔ امید سے اپنی فہمی قابو میں رکھنی بہت مشکل ہو رہی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کا چہرہ بالکل سرخ ہو رہا تھا اور اسد بے چارہ اس کی شرارت ہی نہ سمجھا۔ وہ اس کے لفظ لفظ پر ایمان لے آیا اور سوچے چلا گیا کہ ہو نہ ہو یہ شرارت بھی اس لڑکی کی ہے جبکہ امید اسے سوچتا چھوڑ کے جلدی سے احمر ربانی کے کمرے میں بھاگی آئی اور انہیں پوری بات بتا کر خوب ہنس رہی تھی، اور انہیں ہنسا رہی تھی۔

☆☆☆

آج صبح بھی اسد کے ساتھ وہی کچھ ہوا تھا، وہ روز روز کی اس بے ہودہ حرکت سے تنگ آ چکا تھا۔ آخر کو اس کا ارادہ بدلا اور وہ اس کے گھر جانے کیلئے جیسے ہی مڑا کوئی شے اسد کی کھڑکی ناک پر بری طرح لگی تھی اور شے بالکل سامنے سے آئی تھی۔ اسد نے لمحوں میں نظروں کا زاویہ اس جانب کیا۔ کوئی بڑی پھرتی سے دیوار کی اوٹ میں ہوا تھا۔

"امید....."

اسد کو تو یہ سوچ کر ہی دن میں تارے نظر آ گئے، وہ ایک بڑی غلطی یہ کر بیٹھی تھی کہ بالکنی میں کھلنے والا وال گلاس آج کھلا چھوڑ دیا تھا۔ جسے وہ روزانہ بند اور اندر سے بھاری پردہ برابر ہوئے دیکھا کرتا تھا۔

"تو امید نے مجھے بے وقوف بنایا یعنی مستقبل کے کیپٹن اسد ربانی کو، نہیں چھوڑوں گا۔ امید آج نہیں چھوڑوں گا تمہیں۔"

وہ جتنی جلد ہو سکا وہاں پہنچا تھا۔ سامنے کا منظر سارے ثبوت پیش کر رہا تھا۔ زمین پر بڑا سا باؤل جو چھوٹے بڑے کنچوں سے آدھا بھرا ہوا تھا۔ جو کبھی فل ہوا کرتا تھا۔ پرپل کاٹن کے سوٹ میں کھڑی امید ریلنگ سے بالکل لگ کر نیچے کسی کو تلاش کر رہی تھی۔

"امید! میں یہاں ہوں۔"

پیچھے سے آتی اس آواز نے امید کے 14 طبق روشن کر ڈالے۔ وہ اچانک پلٹی۔

"اس..... اسد..... تم"

اس نے خوف سے تھوک نگلا۔

''تو تم نے مجھے اتنے دنوں تک بے وقوف بنایا، اور وہ کہانی، سب سے بڑی غلطی میری ہے۔ میں یہ سمجھ ہی نہ سکا جو لڑکی باہر جانے سے کتراتی ہے۔ وہ اتنی بڑی بڑی خبریں، نوامید آج تمہاری خیر نہیں ہے۔''

وہ اتنی بری پھنسی تھی، اسد کا غصے سے برا حال تھا۔ امید لمحے بھر میں خوف زدہ ہوگئی۔

''اسد! میری بات سنو۔''

وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ نزدیک ہی تھا کہ وہ اس کا گلا دبا دیتا کہ امید کی عقل نے بروقت کام کیا۔ کچھوں کا پورا باؤل اس کے پیروں کے پاس الٹ دیا وہ جو غصہ میں آگے بڑھ رہا تھا اس کا یہ وار بھی برداشت نہ کرسکا اور دھڑام سے نیچے گر گیا۔ امید کی ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا اور گولیاں اس پر پھینکتی ہوئی جلدی سے دوڑ لگادی۔

''امید! آج تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا، آج تم نہیں بچو گی۔''

اسد اس کے پیچھے دوڑتا آیا، اور وہ ''بابا، بابا'' چیختی بھاگ رہی تھی۔ ان دونوں کی چیخ وپکار سے وہ تینوں ہی چلے آئے۔

''کیا بات ہوگئی بھئی یہ کیسا شور ہے؟''

احمر ربانی نے اسد کو پکڑا۔

''بابا! آج آپ بالکل اس کی سائیڈ نہیں لیں گے۔ آج یہ ہر حال میں میرے ہاتھوں قتل ہوگی۔''

وہ کافی غصے میں تھا۔ اس کے الفاظ سن کر روشن احمر کے ہاتھوں میں پکڑا چپتاز مین پر گرا۔

''یہ کیا اول فول بول رہے ہو اسد۔''

روشن احمر نے اس کو ڈانٹا۔ جبکہ روحیل کھڑا اس کے لفظوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اسی اثنا میں امید کو اپنے پاس بلایا جس پر امید نے ہنستے ہنستے سب پر ساری حقیقت آشکار کردی۔ جبکہ وہ دور کھڑا کھول رہا تھا۔ امید کی باتوں اور اس کے کھولنے پر احمر ربانی اور روحیل کے بھی قہقہے قابو میں نہ رہے۔ جبکہ روشن احمر نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

''تم دونوں نے مجھے ڈرا ہی دیا ہے۔'' ''ہائے اللہ'' تم لوگوں کے چکر میں میرا پر اٹھا بھی جل گیا ہوگا۔''

وہ زمین سے چپتا اٹھا کر واپس کچن میں بھاگیں۔

''بابا! آپ ہنس رہے ہیں اور روحیل بھائی آپ بھی اسی کا ساتھ دے رہے ہیں۔''

اسد نے دونوں کو شکایتی انداز میں دیکھا۔

''ٹھیک ہے ہنس لیں اڑا لیں مذاق لیکن یاد رکھئے گا۔ آج تو یہ بچ گئی اگلی بار نہیں چھوڑوں گا میں اسے۔''

وہ ہنستی ہوئی امید کو گھورتا ہوا چلا گیا۔

''شرارتی لڑکی، باز آجاؤ اپنی شرارتوں سے۔ ورنہ حقیقت میں وہ تمہاری پٹائی کردے گا۔

روحیل اس کے سر پر پیار بھری چپت لگا کر واپس اپنے کمرے میں چلے گئے۔ اور وہ مسکراتی ہوئی احمر ربانی کے پاس چلی آئی۔ جنہوں نے اس کے لئے اپنی پرشفقت بانہیں وا کردی تھیں۔

☆☆☆

وہ ہر روز اسی تاک میں رہتا کہ کیسے وہ امید سے اپنا بدلہ لے۔ لیکن وہ بھی بڑی چالاک تھی، اس دن کے بعد وہ اس کو اکیلے ملی ہی نہیں۔ کبھی بابا کے ساتھ بیٹھی ہوتی تو کبھی مما کے ساتھ چپکی باتیں بنا رہی ہوتی۔ تو کبھی بھیا سے لگی مسخرہ بازی کر رہی ہوتی اور جب بھی اسد اس کے سامنے ہوتا۔ سب سے نظر بچا کر اسے خوب زبان چڑاتی۔ تو کبھی اس کا مذاق اڑاتی۔ جس پر وہ صرف اسے گھور کر ہی رہ جاتا تھا۔

''بابا جانی۔''

''امید بیٹا! تم بھی ہمارے ساتھ چلتیں تو زیادہ اچھا ہوتا۔ اب گھر میں اس طرح اکیلی کیسے رہو گی۔''

آخری وقت چلتے چلتے احمر ربانی نے پھر سے بات دہرائی۔ جس پر وہ مسکراتی ہوئی ان کے گلے کا ہار بنی۔

''بابا جانی! آپ کی امید بڑی بہادر ہے۔ وہ کسی سے ڈرتی ورتی نہیں ہے۔ آپ بالکل سکون سے جائیے اور اس بورنگ پارٹی کو انجوائے کیجئے اور جلدی سے لوٹ آئیے۔''

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ جس پر احمر ربانی دھیمے سے مسکرا دیئے اور اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر روشن احمر کے ہمراہ روانہ

ہو گئے۔

امید اندر جانے کیلئے باہر کی تقریباً ساری سیڑھیاں عبور کر چکی تھی۔ جبھی نہ جانے کہاں سے الہ دین کے چراغ کے جن کی طرح وہ بالکل سامنے نمودار ہوا۔ اسے دیکھ کر تو امید کی سٹی ہی گم ہو گئی۔

"ت..... ت..... تم..... تم تو چلے گئے تھے ناں....."

وہ گھبرا کر آرام آرام سے پیچھے واپس سیڑھیاں اترنے لگی۔

"ہاں گیا تھا۔ مگر پیچھے کے دروازے سے واپس آ گیا۔ آخر کو تم سے بدلہ بھی تو لینا ہے۔ یہ گولڈن چانس کیسے مس کر دوں۔"

وہ بھی آرام سے آگے آتا جا رہا تھا۔

"دیکھو، دیکھو اسد! آج نہیں۔"

"نہیں آج ہی، ایک ہفتے سے جو تم میرا خون خشک کر رہی تھیں۔ مجھے جلا رہی تھیں اور وہ زبان، مجھے زبان چڑائی جا رہی تھیں نا۔ آج تو کچھ بھی ہو جائے آج میں تمہیں بالکل نہیں بخشوں گا۔ آج چاہے تم کسی کو بھی بلا لو۔ گھر پر صرف میں اور تم ہی ہیں۔ بھیا تو ویسے ہی اسلام آباد میٹنگ میں گئے ہیں اور بابا، مما پارٹی میں تمہیں بچائے گا کون؟"

اس کے چہرے پر چھائی سرخی بدلہ لینے کا جنون۔ انگارہ آنکھیں، جتاتی قہقہہ، امید خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے کے بدلہ کی آگ میں نا جانے وہ کونسا قدم اٹھاتا۔ وہ ڈر کر جلدی سے اترنے کے چکر میں الٹے پل باقی سیڑھیوں سے نیچے بری طرح گرتی چلی گئی تھی۔ جس سے اس کا بازو بری طرح زخمی ہوا تھا۔ بازو سے خون نکلتا دیکھ کر اسد ہراساں ہو گیا۔ اس کا مصنوعی ڈرانے والا غصہ سب پل میں غائب ہوا تھا۔ اور جلدی میں وہ دو تین سیڑھیاں پھلانگتا اس تک پہنچا تھا۔ جو زمین پر بیٹھی شاید تکلیف یا شاید اس کے انداز سے بے تحاشہ رو رہی تھی

"پاگل ہو بالکل گدھی لڑکی، کھڑی ہو۔"

اسد نے اس کو کھڑا کیا اور لاؤنج میں لے آیا۔ اپنے کمرے سے بھاگ کر فرسٹ ایڈ باکس لایا۔ پہلے روئی سے اس کا بہتا خون صاف کیا پھر اس کے زخم پر ٹیوب اور پٹی باندھی۔

"میں تو تمہیں صرف ڈرا رہا تھا اور تم بے وقوف پہلے بھی تھیں اور ہمیشہ بے وقوف ہی رہو گی۔"

اس نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

یہ بات سچ تھی کہ وہ امید کو کبھی کسی تکلیف کسی نقصان میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ چاہے خود کتنا بڑا ہی نقصان کیوں نہ اٹھا لے۔ وہ بچپن سے اس کے ساتھ رہا تھا۔ ان کی دوستی اتنی گہری تھی کہ نہ تو اسد کو کبھی دوست بنانے کی ضرورت پڑی اور نہ کبھی امید کو۔ وہ اس کے پاس بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ پہلے والی بات کا اس کے چہرے پر شائبہ تک نہ تھا۔ اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔ آنکھوں میں نرمی لئے وہ امید کو اس واقعہ کو بھلانے کہ تردد میں اس سے باتیں کر رہا تھا جبکہ اسد کے برعکس امید کی دل کی حالت زیر و بم ہو چکی تھی۔ لمحوں میں یہ کیا ہوا۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ آج اس کا چھونا، اس کا نزدیک بیٹھنا اس سے باتیں کرنا پہلے سے امید کو مختلف لگا۔ دل میں الگ ہی طرح کے جذبات اور احساسات نے جگہ بنائی تھی۔ اس کے لئے ان لمحوں میں اس کی طرف دیکھنا محال تھا۔

وہ نہیں جان پا رہی تھی کہ دل و دماغ میں یہ کیسی جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ وہ اس کی ہمدردی میں کہے ہوئے لفظوں کو دوسرے معنوں میں لے رہی تھی۔ وہ بول رہا تھا اور وہ صرف سن رہی تھی۔

"امید....."

اسد نے نرمی سے اس کے نازک شانے پر اپنا ہاتھ دھرا، وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"آئی ایم سوری یار پلیز! دیکھو میں کان پکڑتا ہوں۔ آج کے بعد ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ جس سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے۔"

وہ دونوں کان پکڑے بڑی معصومیت سے اس کی جانب تک رہا تھا۔

"تم بہت برے ہو۔"

اس نے اس کے دونوں ہاتھ جھٹکے سے نیچے کئے اور خود وہاں سے دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آ بند ہوئی۔ اور کتنی ہی دیر

تک اس کی گھمبیر آواز میں کھوئی رہی۔ اس کے لمس کو محسوس کرتی رہی۔

''اب تو راتیں بھی بستر پر کروٹیں بدل کر گزریں گی۔''

☆☆☆

''میری تو سمجھ میں نہیں آتا احمر! کہ ان دونوں کا ابھی یہ حال ہے تو بعد میں کیا کریں گے۔ ابھی دیکھا آپ نے کس طرح بچوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے تھے۔''

روشن احمر، احمر ربانی کے برابر میں بیٹھی ہوئی فکرمندی سے بول رہی تھیں۔

''آپ اتنی فکر مت کیجئے انشاء اللہ! ان سب سے ان دونوں میں مزید ایک دوسرے کے لئے محبت پیدا ہو جائے گی۔ فی الحال آپ صرف روحیل کی شادی کی تیاری کریں۔ گیارہویں پر ہم روحیل اور طارم کی شادی کر دیں گے اور آنے والی عید پر امید کی رخصتی۔''

انھوں نے روشن احمر کو تسلی دیتے ہوئے میز پر رکھا ہوا اخبار اٹھالیا۔

''کیا ہو رہا ہے چھپکلی؟''

اسد کچن میں داخل ہوا۔ جہاں امید ہاتھ میں انچی ٹیپ لئے کسی چیز پر جھکی پڑی تھی۔ جو وہ دیکھ نہ سکا۔

''پراٹھا بنا رہی ہوں۔''

اسی انداز میں جواب دیا گیا۔

اسد اس کے پاس چلا آیا اور جب اس کی نظریں اس شے پر پڑی تھیں تو اپنی بے ساختہ ہنسی نہ روک سکا۔ جس پر امید نے اس کو تپ کر دیکھا تھا۔

''او کے، او کے لیکن یار! یہ نقشہ میرا مطلب ہے کہ یہ کس قسم کا پراٹھا ہے۔''

چوکی پر پھیلا آٹا جس کا ایک کونا کہیں تو دوسرا کہیں تھا جبکہ بیچ کے بالکل برابر تھے۔

''اس سے پہلے کہ میں یہ بیلن تمہارے سر پر بجادوں نکل جاؤ کچن سے۔''

اس نے سامنے رکھا بیلن اٹھالیا۔ وہ اس کی ہنسی اور مذاق اڑانے والی مسکراہٹ سے تپ گئی۔

''اچھا، اچھا ٹھیک ہے۔ لاؤ ہم مل کر بناتے ہیں یہ۔''

اور اس کا صلح جو مشورہ کامیاب رہا کوئی آدھے، ایک گھنٹے کی تگ و دو کے بعد بالکل چوکور پراٹھا تیار تھا۔ جسے وہ اپنے بابا کے ساتھ چائے سے نوش فرما رہی تھی۔ جبکہ سامنے بیٹھا اسد جل بھن رہا تھا کہ۔

''تقریباً ساری محنت میری اور مجھے پوچھنا تک گوارا نہیں کیا۔''

اس نے خود سے بھی مانگا تو وہ بڑے بوڑھے انداز میں بولی۔

''نہیں بچے نہیں کھاتے۔ ورنہ بیمار پڑ جاتے ہیں۔''

جبکہ وہ خوب مزے لے کر کھا رہی تھی اور اس کی تعریفیں بھی کر رہی تھی۔ اس نے بابا کو بھی منع کر دیا تھا کہ اسد کو بالکل بھی نہ دیں۔ جس پر وہ مان گئے تھے۔ جبکہ سامنے بیٹھے روحیل اور روشن احمر اس کی بے بسی سے محظوظ ہو رہے تھے اور مسکرا بھی رہے تھے۔ حالانکہ روشن احمر نے آفر بھی کی تھی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے بنا دیں اس آفر کو اس نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ۔

''وہ کھائے گا تو یہ ہی والا کھائے گا۔''

ابھی وہ بڑا سا ٹکڑا منہ میں رکھنے کو تھی کہ اسد زور سے چیخا۔

''بابا! آپ کے پیچھے شیر۔''

امید اور بابا نے ایک ساتھ جیسے ہی منہ موڑا تو اسد نے اپنا کام کر دکھایا۔

''بابا.....''

وہ منہ بسورتی ہوئی احمر ربانی کو دیکھنے لگی۔ احمر ربانی نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔ جب کچھ نہ بن پڑا تو اسے زبان چڑانی شروع کر دی۔ جس پر وہ قہقہہ لگاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

گیارہویں میں روحیل کی شادی طارم سے کر دی گئی۔ پوری شادی میں اس کی ساری توجہ اسد ربانی پر رہی۔

''اس پر یہ سوٹ کتنا کھل رہا ہے۔ جیسے بنایا ہی اس کے لئے گیا ہو۔ اس رنگ میں وہ کتنا شاندار لگ رہا ہے۔ جیسے

زمین پر صرف اسی کے لئے اترا ہو۔"

وہ سب سے نظر بچا کر صرف اسی کو دیکھنے میں مگن رہتی۔ جس سے اسد یکسر بے خبر و بے نیاز تھا۔

☆☆☆

رمضان کی آمد شروع ہو گئی تھی اور رمضان میں ہی اسد ربانی کا رزلٹ اناؤنس ہو گیا تھا۔ اسے اپائنٹ لیٹر مل گیا تھا کہ وہ جب چاہے آرمی جوائن کر سکتا ہے۔ وہ بہت خوش تھا۔ اپنی یہ خوشی اس نے سب سے شیئر کی تھی۔

"واٹ.....؟"

یہ خبر کسی بم سے کم بھی تو نہ تھی اس کے لئے۔

"آپ جانتی ہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں، مما! نونیور آپ شاید مذاق کر رہی ہیں یہ نہیں ہو سکتا۔"

وہ کسی طور ماننے کو تیار ہی نہ تھا۔

"کیا نہیں ہو سکتا اسد! بلکہ یہ ہو چکا ہے۔ ہم نے تمہارا اور امید کا نکاح بچپن میں ہی کر دیا تھا۔"

اندر آتی امید جو روشن احمر کے پاس کسی کام سے آ رہی تھی۔ اس خبر سے اس کے قدم باہر ٹھٹک کر رک گئے۔

"مما! یہ آپ لوگوں نے بالکل غلط کیا ہے۔ میں اس نکاح کو بالکل نہیں مانوں گا۔"

اس نے دو ٹوک انداز میں بات ختم کر دی۔ روشن تو سلگ کر رہ گئیں جبکہ باہر کھڑی امید اس بات پر بھونچکا رہ گئی۔

"کیوں نہیں مانو گے ہاں کیوں، اسد! امید تمہاری بیوی ہے اور اس عید پر ہم ہر حالت میں اس کی رخصتی کر دیں گے۔"

وہ اس کے سامنے چلی آئیں۔

"مما! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے تم مجھے وہ بتاؤ۔ جبکہ میرے خیال میں تم دونوں کی آپس میں کافی بنتی ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہو۔ اور تم..... تم تو امید کی کوئی تکلیف کوئی پریشانی نہیں دیکھ سکتے ناں۔"

وہ نرم لہجے میں بولیں۔

"مما..... مما وہ سب ایک دوست کی حیثیت سے کیا تھا میں نے۔ اس لئے کہ وہ بچپن میں ہی ماں باپ سے جدا ہو گئی تھی۔ اس کا دکھ کم کرنے کیلئے۔ میرے دل میں اس کے لئے صرف ہمدردی ہے۔ امید جیسی بے وقوف لڑکی کو میں اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتا۔ وہ میرا آئیڈیل نہیں ہے مما۔"

"خاموش ہو جاؤ اسد! بس بہت ہو گیا۔ میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔ اس لئے عید پر امید کی رخصتی تمہارے ساتھ کر دی جائے گی۔"

ان کا لہجہ نہایت سختی لئے ہوئے تھا۔

"نو مما! ایسا کبھی ممکن نہیں۔ سن لیں آپ اور بابا کو بھی بتا دیجئے گا میری بات نہ مانی تو میں یہ گھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔"

اس کا فیصلہ بھی اٹل تھا۔

"اسد....."

وہ جھٹکے سے مڑیں لہجے میں قدرے لرزش تھی لیکن وہ وہاں سے ہٹ چکا تھا۔ باہر آتے اسد کی قدموں کی آہٹ سن کر امید جلدی سے دیوار کی سائیڈ پر ہو گئی۔

اور دور جاتے ہوئے اسد کی پشت کو تکتی چلی گئی۔ جب تک وہ وہاں سے ہٹ نہیں گیا۔ امید اپنی سسکیوں کو ہاتھوں سے روکتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی اور بیڈ پر اوندھی لیٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

جسے وہ انجانے میں چاہ بیٹھی تھی اپنے دل کا مکمل حکمراں بنا لیا تھا۔ افسوس وہ اس کی آئیڈیل نہیں تھی لیکن یہ بات اس کے لئے ایک طرح سے تسلی بخش بھی تھی کہ اس کے نام کے ساتھ اس کا نام جڑ چکا ہے۔ اب چاہے وہ اسے اپنائے یا نہ اپنائے۔ لیکن وہ زندگی بھر اسی کے نام کے ساتھ جڑی رہے گی۔ اس کے نام کے سہارے اپنی ساری عمر بتا دے گی۔

شام میں یہ بات گھر کے تمام افراد کو پتہ چل چکی تھی۔ احمر ربانی کا غصہ سے پارہ ہائی ہونے لگا۔ اسد اس وقت اگر ان کے سامنے ہوتا تو، نا جانے وہ کیا کر گزرتے۔ گھڑی کی سوئیاں اپنی رفتار سے بڑھ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو گیا۔ لیکن اسد اب تک گھر نہ آیا تھا۔ سب نے

صرف کھجور اور شربت سے روزہ کھولا تھا اور باقی کی انواع واقسام ڈشز اسی طرح پڑی رہ گئی تھیں۔ رات ہونے کو آ گئی لیکن اسد کا کہیں کچھ پتہ نہ چلا تھا۔

احمر ربانی غصہ میں اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے۔ جبھی امید ان کے پاس چلی آئی۔ وہ جانتی تھی کہ ان کا غصہ کس طرح کم کیا جاتا ہے اور اس نے وہی طریقہ اپنایا۔ بڑے پیار سے ان کا ہاتھ پکڑا اور لاکر پاس پڑی راکنگ چیئر پر بٹھایا اور خود ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

''بابا! اسد کی کوئی بات مجھے بری نہیں لگی۔ نہ ہی اس کی کسی بات سے خائف ہوں۔''

یہ لفظ جس طرح اس کے شنگرفی لبوں سے ادا ہو رہے تھے۔ یہ صرف وہی جانتی تھی، ضبط کی جن منزلوں سے وہ گزر رہی تھی اس کا کوئی ادراک نہ تھا۔ آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو بڑی بری طرح اس نے پیچھے دھکیلا تھا۔

''بابا! وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ بھلا بتائیے مجھ جیسی بے وقوف لڑکی اس کی آئیڈیل کیسے بن سکتی ہے۔ نہ تو میں اس کی طرح بہت خوبصورت ہوں نہ ہی کولیفائیڈ پھر بھلا اس کا اور میرا کیا مقابلہ۔''

احمر ربانی اس چھوٹی سی لڑکی کو بہت غور سے سن رہے تھے۔ جسے انہوں نے 5 سال کی عمر سے پالا تھا۔ جو انہیں اپنے دونوں بیٹوں سے زیادہ عزیز اور پیاری تھی۔ وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھے کہ۔

''اسے کیا اچھا لگتا ہے۔ وہ کب دکھی ہوتی ہے اور کب خوش، اس کی کیا خواہش ہے۔''

ان سب سے وہ ناواقف تو نہ تھے۔ وہ اس کی یہ بات بھی جان چکے تھے کہ وہ اسد کو دل ہی دل میں چاہنے لگی ہے۔ اور اب وہ اس بات سے مکر رہی ہے تو صرف اس وجہ سے کہ احمر ربانی اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گھر سے نہ نکال دیں۔

''بابا! آپ اسے آرمی جوائن کرنے دیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اسد کو خوشی خوشی الوداع کہیں۔ پلیز بابا۔''

اس کے لہجے میں ملتجانہ پن تھا۔

''وہ چاہے کچھ بھی کرے لیکن میں تمہارے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہونے دوں گا۔ وہ جہاں بھی جائے گا۔ تمہیں اپنے ساتھ لے کر جائے گا۔''

احمر ربانی جانتے تھے کہ امید کی وہ کوئی بات ٹال نہیں سکیں گے۔ اور چاہے کچھ بھی ہو امید اپنی بات منوا کر رہے گی۔ تو مجبوراً انہیں امید سے تھوڑا سخت لہجے میں بات کرنی پڑی۔ جس کا انہیں حد درجہ دکھ ہوا تھا۔

''بابا! مجبوری کے سودے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں اور اگر بالفرض میں اس کے ساتھ چلی بھی گئی تو کیا ہوگا، ہم خوش تو نہیں رہ سکیں گے، ایک دوسرے سے۔''

اس کے پاس ہر بات کا جواب موجود تھا۔ جیسے وہ اپنے آپ کو مکمل تیار کر کے آئی ہو، اور پھر وہی ہوا۔ وہ پیچھے سے ان کے گلے میں اپنے دونوں ہاتھوں کا ہار بنا کر اپنی منوا کر ہی اٹھی۔

رمضان گزر گئے۔ عید بھی ایسے ہی گزر گئی لیکن اسد کا کچھ پتہ نہ چلا کہ آخر وہ کہاں چلا گیا۔ روحیل ربانی نے اس کے پورے کمرے کی تلاشی لی تو پتہ چلا کہ اس کا نہ تو پاسپورٹ ہے اور نہ ہی کچھ ضروری اشیاء یعنی وہ اسی دن گھر چھوڑ کر جا چکا تھا۔ اس کا ذمہ دار امید اپنے آپ کو سمجھتی تھی۔ اس کا دل بہت غمگین و اداس ہو گیا تھا۔ ہر دم کھوئی کھوئی سی رہنے لگی۔ اس کی اس حالت پر احمر ربانی کا دل خون کے آنسو روتا۔ وہ چاہے سب سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی مگر اپنے آپ کو ان کی نظروں سے نہیں چھپا سکتی تھی۔

وہ شام کو واک کرنے باہر نکلی تھی۔ تاکہ کچھ وقت اپنے آپ کو بہلا سکے اپنے ہی دھیان میں وہ سڑک پر اتر آئی۔ جب ایک بائیک والے کے بہت بچانے کے باوجود وہ اسے بچا نہ پایا اور وہ تھوڑی دور جا گری۔ یہ منظر دور سے آتی وائٹ کار میں بیٹھے احمر ربانی سے چھپا نہ رہ سکا۔ وہ جلد از جلد اس تک پہنچے اسے فوراً اسپتال لایا گیا۔ ماتھے اور ہاتھ پیر پر کافی چوٹیں آئی تھیں۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے احمر ربانی چکرانے لگے۔ انہیں ایسا لگا شاید ان کا دل بند ہو جائے گا۔ دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ جب ہی ان

کے دوست ڈاکٹر راشد گیلانی نے انہیں سنبھالا۔
ایک بہت ہی ایمرجنسی کیس آیا تھا، لڑکی پوری طرح جل گئی تھی۔ جس کی شناخت کرنا بہت مشکل عمل تھا۔ اسے دیکھ کر احمر ربانی نے ایک جھرجھری سی لی۔ وہ لاوارث تھی یا شاید وارث اس کے بھاگ گئے تھے۔ جو بھی تھا وہ لڑکی اپنی زندگی نہ بچا پائی تھی۔ احمر ربانی کے دل و دماغ میں بڑی پھرتی سے ایک آئیڈیا آیا تھا جو تکلیف دہ تو تھا لیکن شاید آگے کے لئے سود مند ہوتا۔ انہوں نے کافی دیر تک ڈاکٹر ارشد گیلانی سے اس بارے میں بات کی تھی۔
ربانی ہاؤس میں ایک کہرام مچ گیا تھا سامنے رکھی امید کی لاش دیکھ کر روشن احمر پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ایک سائیڈ پر احمر ربانی اور روحیل افسردہ کھڑے تھے۔ روحیل ربانی کے خود کے آنسو نہ تھم رہے تھے۔ سامنے لیٹی یہ لڑکی اسے بالکل اپنی چھوٹی بہن کی طرح عزیز تھی جبکہ طارم روحیل، روشن احمر کا سکتہ توڑنے میں کسی حد تک کامیاب ہو گئی تھی۔

☆☆☆

''بچاؤ..... بچاؤ۔''
سڑک پر کھڑی مہک کو سامنے بہت دور سے آتی فوجی جیپ نظر آئی۔ جس کو وہ ہاتھ کے اشارے سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔
کیپٹن اسد ربانی نے بیچ سڑک پر ہراساں سی کھڑی لڑکی کو دیکھ کر اپنی جیپ اس کے قریب روک دی اور وہ جلدی سے اتر کر اس تک آئے۔ ابھی وہ بولتے ہی کہ مہک جلدی سے بول اٹھی۔ وہ بہت رو رہی تھی۔
''پلیز! آپ میری کزن کو بچا لیجئے وہ گر رہی ہے۔''
''اوکے، اوکے لیکن آپ کی کزن ہیں کہاں؟''
وہ ادھر ادھر نگاہ دوڑانے لگا تو مہک جلدی سے اس کا بازو پکڑ کر مطلوبہ جگہ پر لے آئی۔ جہاں روڈ کے اس سائیڈ کوئی حفاظتی بند نہ باندھا گیا تھا۔ کوئی لڑکی اوپر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کبھی نیچے کھائی کو دیکھتی اور کبھی اپنے ہاتھوں کی طرف جو شاید پھسلنے میں کچھ ہی لمحے لیتے۔ کیپٹن اسد ربانی نے بڑی پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور ایک جھٹکے سے اس نازک سی لڑکی کو اوپر گھسیٹا تھا۔
وہ خوف زدہ ہو کر بغیر اس شخص کو دیکھے اس کے کشادہ و قوی سینے سے جا لگی تھی۔ وہ رو رہی تھی یہ جانے بغیر کہ سامنے جو شخص کھڑا ہے۔ اس کی آنکھوں میں کتنے سوالات تھے، کتنی حیرانگی تھی۔
''امید.....''
یہ نام سن کر سینے سے لگی اس لڑکی کو جھٹکا لگا اور وہ اس کی گرفت سے نکلتی پیچھے ہو گئی تھی اس دوران مہک اس تک آ چکی تھی۔ وہ مہک کو دیکھتی ہوئی جلدی سے اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگی۔
''ارے ایک منٹ اجالا! پہلے اپنے محسن کا شکریہ تو ادا کر لو۔''
وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑاتی اور اپنے آنسو صاف کرتی کیپٹن اسد ربانی کے پاس آئی۔
''آپ کا بہت بہت شکریہ سر! جو اگر آپ بروقت مدد نہ کرتے تو.....''
''ایکسکیوزمی۔''
وہ اس کی بات کاٹتا ہوا پشت موڑے اس لڑکی کے پاس چلا آیا۔
''امید! تم کہاں چلی گئی تھیں۔ دیکھو تمہارا دل دکھا کر میں بھی سکون سے نہیں رہا۔ ہر پل تمہیں سوچتا رہتا تھا۔ امید چلو گھر چلیں۔''
وہ اس کا جذبات میں ہاتھ پکڑے بول رہا تھا جبکہ اس کے برعکس اس لڑکی کی آنکھوں میں کسی قسم کی کوئی رمق نہ تھی۔ بس وہ صرف اسے سوالیہ انداز میں تکتی چلی جا رہی تھی۔
''دیکھئے! آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں امید نہیں اجالا سہگل ہوں۔''
''جھوٹ بول رہی ہو تم، تم امید ہو میری امید۔''
اس کا لہجہ کچھ تیز ہو گیا تھا۔
''چھوڑیئے میرا ہاتھ۔''
اس نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی اس کی مضبوط گرفت سے چھڑائی اور اس سے دو قدم پیچھے ہٹی۔ وہ بغیر اس کی طرف

دیکھے جانے کیلئے مڑی تھی کہ بڑی سرعت سے اسد نے اسے اپنی جانب کھینچا تھا۔ وہ لہرا کر سیدھا اس کے کشادہ سینے کا حصہ بنی تھی۔

"دیکھو امید! میں جانتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ لیکن میں اس کا ازالہ اس کا تدارک کردوں گا۔ تم پلیز میرے ساتھ گھر چلو۔"

"دیکھئے! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں امید نہیں ہوں۔"

وہ اس کی گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کررہی تھی۔ آنکھوں کے ساتھ ساتھ اس کا لہجہ بھی بھیگا ہوا تھا۔

"غلط فہمی مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"وہی آنکھیں، وہی ہونٹ، وہی چہرہ، نہیں امید میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔"

وہ اس کی جھوٹی دلیل کی نفی کررہا تھا۔ وہ اس کے آگے خود کو مکمل بے بس محسوس کررہی تھی اس کی بے بسی محسوس کرتے ہوئے مہک جلدی سے وہاں آئی تھی۔ وہ جو سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی کانوں سے سن رہی تھی۔ اس کی بھی خود سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہے۔

"دیکھئے! اجالا صحیح کہہ رہی ہے۔ وہ امید نہیں بلکہ اجالا ہے۔ میری چچازاد کزن۔ پلیز آپ چھوڑیے اسے۔"

وہ اسے یقین دلاتے ہوئے بولی۔

"دیکھئے محترمہ! یہ معاملہ ہمارا پرسنل ہے۔ میری بیوی ہے یہ پلیز آپ اس میں دخل اندازی مت کریں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مجھ سے ناراض ہے، خفا ہے مجھ سے۔ لیکن میں اسے منالوں گا۔"

اسد کو مہک کا بیچ میں بولنا خاصا ناگوار گذرا تھا۔

"واہ..... ابھی آپ امید، امید کی رٹ لگارہے تھے۔ اب آپ بیوی پر آگئے۔ مجھے تو آپ کافی فلرٹی شخص لگتے ہیں۔"

مہک سے اب رہا نہ گیا تھا۔ وہ اپنی تیز طرار طبیعت کو زیادہ دیر دبا نہ سکی تھی۔

"واٹ..... آر یو میڈ؟"

وہ اپنے ساتھ لگائے امید کو اپنی گرفت سے آزاد کرتا ہوا اسے کافی کینہ توز نظروں سے دیکھنے لگا۔

"نو، آئی ایم ناٹ بٹ یو آر۔"

"جب میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ یہ میری کزن اجالا ہے تو ہے، آپ پلیز اس کا ہاتھ چھوڑیے۔"

وہ سہمی ہوئی اجالا کے پاس آئی اور اس کا ہاتھ تھاما۔ مہک جانتی تھی کہ اس کی کزن اجالا کافی حد تک ڈرپوک اور بزدل واقع ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا حساب وہ چکتا کیا کرتی تھی۔

"دیکھئے محترمہ! آپ بات کو بڑھارہی ہیں۔ میں اپنی امید کو اچھی طرح پہچانتا ہوں، اور میں جانتا ہوں کہ یہ امید ہے۔"

اس نے ایک نظر سہمی کھڑی اجالا پر ڈالی۔ جو اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کررہی تھی۔ اتنے میں وہاں ایک بلیک کرولا آکر رکی جس میں سے دو مسلح گارڈز نمودار ہوئے۔ اور ان تک پہنچے تھے۔

"میڈم! آپ دونوں کہاں چلی گئی تھیں۔ سر آپ دونوں کے لئے پریشان ہیں۔"

ایک مسلح گارڈ بولا۔

"ارے..... یہ مسٹر آنے دیں تو آئیں نا۔"

وہ تپ کر اسے دیکھنے لگی۔ جو کسی طور اجالا کا ہاتھ چھوڑنے کو راضی نہ تھا لیکن ان مسلح گارڈز نے اس سے گن پوائنٹ کے زور پر اجالا سہگل کا ہاتھ چھڑوالیا تھا۔ وہ جارہی تھی۔ اس سے ایک بار پھر بہت دور اور وہ اس وقت اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس کررہا تھا کہ کچھ کر ہی نہ سکا اپنا مکمل استحقاق استعمال نہ کرسکا۔

☆☆☆

"مما! تو کہہ رہی تھیں کہ امید مرگئی ہے۔ تو پھر یہ کون تھی؟ ایک ہی شکل کے دو چہرے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا یہ میری غلط فہمی ہے لیکن میرا دل کیوں نہیں مان رہا۔ لیکن اس کی نظروں میں میرے لئے کوئی پہچان بھی تو نہ تھی۔ وہ تو ایسے ری ایکٹ کررہی تھی جیسے مجھے جانتی نہ ہو۔ اگر امید نہیں تو

کون ہے یہ لڑکی؟ یہ تو میں جان کر ہی رہوں گا۔"

اپنے بیڈ روم میں کیپٹن اسد ربانی کی سوچیں صرف اور صرف اس کی شکل کے گرد گھوم رہی تھیں۔ وہ اسی کو سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے بیڈ پر لیٹی بے آواز آنسوؤں سے رو رہی تھی۔ اس کا دل ابھی تک اس صدمے سے باہر نہ نکلا تھا۔ جو کچھ دیر پہلے اس کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ اس لمحے موت کو اپنے سے قریب دیکھ کر آئی تھی۔ شاید ذرا سی بھی دیر ہو جاتی تو وہ زندہ..... آگے کے الفاظ اس کیلئے کافی جان لیوا تھے۔ وہ اس قدر گھبرا گئی تھی کہ اپنے جان بچانے والے شخص تک کو نہ دیکھ سکی تھی اور اسی کے سینے سے جا لگی تھی۔

"میں بھی بہت بے وقوف ہوں۔ اب ایسا بھی کیا ڈرنا، اور وہ، وہ شخص اس کی آنکھیں کیسی دیوانگی سے میرے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ کیسے وہ مجھے جھوٹ جھوٹ کے یقین دلا رہا تھا کہ میں اس کی امید ہوں۔ نہیں یہ غلط ہے۔ میں امید نہیں ہوں میں اجالا ہوں۔ اجالا سہگل۔"

وہ اپنے ہی منہ سے بڑبڑانے لگی۔

"یہ تو معلوم تھا مجھے کہ آپ یقیناً رونے کا شغف کر رہی ہوں گی۔"

مہک اس کے کمرے میں آئی تو اسے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹا روتے ہوئے پایا۔

"ایک تو میں تمہاری اس حرکت سے بڑی تنگ ہوں۔"

وہ اس کے پاس آ بیٹھی اور اسے زبردستی بٹھایا اور اس کے آنسو صاف کرنے لگی۔

"ڈیئر! زندگی میں یہ چلتا رہتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ یہ واقعہ اتنی آسانی سے بھلا دینے والا نہیں ہے۔ ایک لمحے کو تو میری بھی جان نکلنے کو تھی کہ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو نا جانے..... اینی ویز۔ بھلا ہو اس لڑکے کا جس نے تمہیں بچا لیا۔"

کافی دیر تک وہ اس کے ذہن سے وہ واقعہ نکالنے کی سعی کرنے لگی۔ ادھر ادھر کی باتیں کر کے وہ اس کا دل بہلانے لگی اور سب سے زیادہ اسی لڑکے کا مذاق اڑانے لگی۔ جس سے اجالا کی مسکان لوٹ آئی۔

☆☆☆

"بیٹا! آج شام ہمارے گھر ایک مہمان آ رہے ہیں۔ انہیں میں نے خاص رات کے ڈنر کیلئے انوائٹ کیا ہے۔ اس لئے ڈنر کا انتظام آپ دونوں کو مل کر کرنا ہوگا۔ کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔"

کرنل برہان لغاری نے اپنے پاس بیٹھی ناشتے کی ٹیبل پر اجالا اور مہک کو کہا۔

"بابا! کوئی خاص مہمان؟"

مہک تجسس سے بولی۔

"جی! وہ خاص مہمان ہیں ہمارے۔"

انہوں نے مسکرا کے کہا اور چائے کے سپ لینے لگے۔

"پاپا! ان کا نام؟ کیا کرتے ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟"

ایک ہی ساتھ ایک سانس میں وہ اتنے سوالات کرنے لگی۔

"بیٹا! آج شام وہ خود یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ آپ یہ سب ان سے خود معلوم کر لیجئے گا۔ اس وقت مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔ شام کو ملاقات ہوگی۔"

وہ کپ رکھ کر وہاں سے چلے گئے۔ جب کہ مہک کی نظریں اپنی پاس بیٹھی اجالا سہگل پر تھیں۔ جو صرف کندھے اچکا کر رہ گئی۔

شام کو وہ دونوں بڑی خوبصورتی سے تیار ہو کر باہر نکلی تھیں اور لان میں بیٹھی اپنے پاپا اور اس خاص مہمان کا انتظار کر رہی تھیں۔ جسے دیکھنے کے لئے دونوں کی نظریں بڑی بے تاب تھیں۔

شام 7 بجے گھر میں 2 گاڑیاں داخل ہوئیں۔ ایک بلیک کرولا جس میں کرنل برہان لغاری تھے اور دوسری بلیک سوکس جس میں سے جو شخصیت برآمد ہوئی تھی۔ وہ ان دونوں کو چونکنے پر مجبور کر گئی تھی۔

کیپٹن اسد ربانی کا ٹرانسفر کھاریاں سے اسلام آباد میں ہوا تھا اور وہ کرنل برہان لغاری کے ماتحت کام کر رہا تھا۔

کرنل برہان لغاری کو اس کی شخصیت بہت پسند آئی تھی۔

چند دنوں میں ہی اس کے کام کرنے کا انداز کرنل برہان کے دل کو پسند آیا تھا۔ اور چند ہی لمحوں میں وہ دونوں بہت اچھے فرینڈز بھی بن گئے تھے اور انہوں نے اس کو اپنے ساتھ گھر پر ڈنر پر انوائٹ کیا تھا۔

اپنی طبعیت کی بنا پر مہک نے بھی اسد سے بہت جلدی دوستی کر لی تھی جبکہ اجالا کم گو طبعیت کی وجہ سے اس سے صرف سلام دعا ہی کر سکی اور وہاں سے ہٹ کر کچن میں چلی آئی۔ تاکہ ڈنر کو بھرپور تیار کر سکے۔

''اجالا! تجھے معلوم ہے اسد کی امید بالکل تیرے جیسی ہے۔ ایک پل کو تو مجھے بھی یقین نہ آیا۔ لیکن وہ واقعی ہو بہو بالکل تیری ہم شکل ہے۔ میں نے تصویر دیکھی ہے۔ جوان کے والٹ میں تھی۔''

رات کو وہ دونوں بیڈ پر ایک ساتھ لیٹی تھیں۔ جب ہی مہک نے اجالا سے یہ کہا جبکہ اس کے برعکس اجالا کا ری ایکشن بالکل مختلف تھا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہ تھا۔

''اچھا..... لیکن مجھے یقین نہیں ہے۔ وہ یقیناً کوئی بہت بڑا فلرٹی ہے۔ اور ویسے بھی وہ بندہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔''

وہ کروٹ لے کر سونے لگی۔

''لیکن مجھے تو وہ بہت پسند آیا ہے۔''

اس کے نئے انکشاف پر وہ ایک جھٹکے سے اس کی طرف مڑی تھی۔

''اوہ..... ٹھیک ہے تو پھر میں عمر بھائی کو کل ہی فون کرتی ہوں اور تیری پسند کے بارے میں بتاتی ہوں۔''

اس نے کھلے لفظوں میں اسے دھمکی دی۔

''اجالا کی بچی!''

اپنے پاس پڑا کشن مہک نے اجالا کے منہ پر دے مارا۔ جس پر وہ ہنستی ہوئی اس سے تھوڑا پیچھے ہو کر لیٹی جبکہ مہک نے اپنے منہ تک کمبل اوڑھ لیا۔

☆☆☆

ابھی کل ہی کی تو بات تھی وہ اور مہک کچن میں گھسی چوکور پراٹھا بنانے کی کوشش کر رہی تھیں جو کہ بن کے نہ دے رہا تھا کہ نہ جانے کب اسد وہاں داخل ہوا اور ان دونوں کی کارستانی دیکھنے لگا۔

مہک کی نظر اچانک اس پر پڑی تھی۔

''ارے اسد! آپ، اچھا ہوا آپ آ گئے۔ یہ اجالا کی بچی ایک گھنٹے سے مجھے اپنے ساتھ زبردستی گھسیٹے پراٹھا بنوا رہی ہے اور محترمہ فرما رہی ہیں کہ پراٹھا چوکور ہی ہونا چاہئے۔''

اجالا کی نظر جب اس کی جانب اٹھی تو وہ سٹپٹا کے رہ گئی اور اسی زد میں ہاتھ میں پکڑا بیلن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اس کے قدموں میں تھا۔

اسد نے اس پر ایک بھرپور نگاہ ڈالنے کے بعد اس بیلن کو اٹھا لیا اور دونوں تک چلا آیا۔

''ارے..... اس میں کیا مشکل ہے۔ یہ تو میرے اور امید کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔''

اس کی نظریں ہنوز اجالا کے گھبرائے ہوئے چہرے پر ٹکی تھیں لیکن اب وہاں پر گھبراہٹ کی جگہ سختی تھی۔ مہک نے جان چھڑانے والے انداز میں اسد کو اجالا کے آگے کر دیا۔ جس پر مہک کی اس حرکت نے اجالا کو سر تا پا سلگا دیا۔ چہرے پر بکھرے غصے کے رنگ اسد کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھے۔

''کیا خیال ہے پکائیں مل کر؟''

وہ بہت آہستہ سے بولا تھا، آنکھوں میں شرارت لئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا جس پر اجالا ان دونوں کو گھورتی ہوئی وہاں سے پیر پٹختی ہوئی نکل گئی اور پیچھے ان دونوں کے جاندار قہقہوں نے مزید جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

☆☆☆

وہ ہر روز شام کو یہیں پایا جانے لگا تھا جس سے کوئی بیزار ہو نہ ہو۔ مگر اجالا ضرور زچ ہو گئی تھی۔ جس کا اس نے مہک سے برملا اظہار بھی کیا تھا۔ مگر وہ مہک ہی کیا۔ جو اس کی بے تکی بات پر کان دھر لے۔

اس وقت بھی وہ مہک سے کافی ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ جو دور بیٹھی اجالا کو کافی حد تک زہر سے بھی زیادہ زہر لگ رہا تھا۔ مگر وہ مجبور تھی کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔ اتنے میں شرفو وہاں 3 کپ کافی لے آیا۔

''ارے..... آپ بھی لیفٹ ہینڈ ہیں۔ اتفاق سے میری امید بھی لیفٹ ہینڈ تھی۔''

وہ کافی پی رہی تھی۔ جب ہی اسد اسے ٹوک بیٹھا۔ وہ اس کی اس عادت سے بہت زیادہ چڑتی تھی کہ اس کی کسی نہ کسی عادت میں وہ امید کی کسی عادت کو ضرور ملا دیتا تھا۔ جس سے وہ اوپر سے نیچے تک سلگ کر رہ جاتی۔ جب ہی وہ اس کے سامنے بہت کم آتی تھی اور مہک تھی کہ زبردستی اس کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹتی۔

''میرے خیال میں اس دنیا میں صرف آپ کی امید ہی انوکھی نہیں ہو سکتیں۔ جو لیفٹ ہینڈ ہوں، اونہہ.....''

وہ ہنکارا بھر کر وہاں سے ہٹ گئی جبکہ ایک دلچسپ مسکراہٹ اسد کے ہونٹوں پر رینگ گئی۔ کپ پر نظر کی جو وہ ٹیبل پر پٹخ گئی تھی۔

''آئی ایم سوری اسد! اجالا کو آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔''

مہک نے اس کی خفت مٹانے کی غرض سے کہا۔

''ارے نہیں مہک کوئی بات نہیں میں ان کی کسی بات کا برا نہیں مانتا۔''

وہ اس سے بڑی نرمی سے کہہ رہا تھا۔

☆☆☆

آج مہک کی منگنی تھی۔ جس میں کیپٹن اسد ربانی خاص مہمان تھے۔ انہوں نے مہک کو بالکل اپنی چھوٹی بہن مانا تھا اور مہک نے بھی انہیں بھائی ہی کی طرح عزت دی تھی۔

سامنے سے آتی اجالا جس نے ہاف سلوز کی شرٹ اور پنک نیٹ کا شرارہ زیب تن کر رکھا تھا۔ ہم رنگ جیولری، بالوں کو پورا کھول رکھا تھا۔ وہ آسمان سے اتری کوئی حور لگ رہی تھی جو زمین پر بھٹکتی ہوئی یہاں آنکلی تھی۔ وہ اسے بڑی دلچسپی بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اس کی نظروں کی تپش سے اجالا گھبرا گئی وہ محسوس کرتی تھی کہ وہ جب بھی اس کے سامنے جاتی تو اس کی نظروں میں اپنے لئے الگ ہی چمک دیکھتی، اس کی روشن آنکھیں اس پر پڑتیں تو ایسا لگتا جیسے کچھ کھوج رہی ہوں۔ اجالا پوری پارٹی میں اس کی بے تابانہ نظروں سے چھپتی پھر رہی تھی۔

اسد کی زیرک نظروں سے اس کی یہ ادا چھپی نہ رہ سکی۔

''یہ آپ مجھ سے اتنا کتراتی کیوں ہیں؟ میں آپ کو اغوا تو نہیں کر کے لے جاؤں گا۔''

آخر کو اسد سے رہا نہ گیا تو اکیلی کھڑی اجالا کے پاس چلا آیا۔ وہ وہاں سے ہٹنا چاہتی تھی۔ لیکن سامنے وہ اپنا پہاڑ جیسا وجود لئے کھڑا تھا، اور وہ اتنی بدلحاظ نہیں تھی کہ گھر آئے مہمان سے بدتمیزی کرتی۔ نیچی نظر کئے ہونٹ کاٹتی وہ نازک سی لڑکی آج اپنی تمام خوبصورتی سمیت اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔ کتنے ہی لمحے بیت گئے تھے۔ یک ٹک اسکو دیکھنے میں۔ اچانک اس کی نظر اس کے دودھیا بازو پر ٹکی تھی جہاں بازو بند کے ساتھ ساتھ گلیٹر مہندی اس کے بازو پر بہت جچ رہی تھی۔ وہ بہت غور سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جبھی بڑی مشکلوں سے اجالا نے اپنی سہمی سہمی نظریں اوپر کی تھیں۔ اس کی نظروں کے زاویے پر اجالا کچھ سمجھتے ہوئے بڑی تیزی سے وہاں سے جانے کے لئے آگے بڑھی تھی کہ اچانک اس کی نازک کلائی اس کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں آ گئی۔

''امید! تم مان کیوں نہیں جاتیں؟''

بہت دھیمی سی التجا تھی۔ اس کے لفظوں میں بے قراری پنہاں تھی۔ لمحہ بھر میں اجالا چکرا کے رہ گئی۔ وہ اس کی دیوانگی، اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکی تھی۔ وہ کسی کمزور لمحے کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ اس لئے بڑی پھرتی سے اس کی ڈھیلی گرفت سے اپنی کلائی چھڑائی اور اندر بھاگتی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد کیپٹن اسد ربانی ہوش کی دنیا میں واپس لوٹ آیا اور پھر ہارے ہوئے قدموں سے اپنے راستے پر چل پڑا۔

☆☆☆

شام کے 7 بج رہے تھے۔ جبھی شرفو نے کیپٹن اسد ربانی کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ وہ آج گھر میں اکیلی تھی۔ انکل اپنے کسی دوست کی عیادت کو گئے تھے اور مہک کچھ دیر پہلے عمر بھائی کے ساتھ گھومنے گئی تھی۔ اس نے چلنے کی آفر کی

تھی۔ مگر اس نے صاف انکار کر دیا کہ۔

''کباب میں ہڈی بالکل سوٹ نہیں کرتی۔''

اور اب گھر میں اکیلی رہ کر پچھتا رہی تھی وہ۔ کیپٹن اسد ربانی کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی۔ منگنی والے روز کے بعد سے وہ آج گھر آیا تھا۔ وہ شرفو کو منع کرنا چاہتی تھی لیکن وہ محترم شاید کچھ زیادہ ہی بے صبرے تھے۔ پیچھے پیچھے چلے آئے، رات ہونے کو تھی اور موسم بھی آج کافی حد تک خراب تھا۔ باہر بارش آج اپنے عروج پر تھی اور ایسے میں وہ تنہا بالکل اکیلی، اس پر اسد کی آمد۔ اجالا کی تو روح خشک ہونے لگی۔

''اجالا بی بی! میری بیوی اسپتال میں ہے۔ جی میں اس سے مل کر ابھی ایک گھنٹے میں آجاؤں گا۔''

شرفو مؤدب انداز سے کہنے لگا۔

اس سے پہلے وہ منع کرتی اسد بول پڑا۔

''ٹھیک ہے، تم جاؤ میں یہاں ہوں۔''

اجالا کا خوف زدہ چہرہ زرد پڑ گیا۔ شرفو اس کی ہاں پر فوراً منظر سے غائب ہو گیا۔ اور اسد اس کے بالکل سامنے صوفے پر آ بیٹھا۔

''آپ کے ہاں مہمانوں کی خاطر تواضع نہیں کی جاتی۔''

وہ گھبرائی ہوئی ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے مروڑتی گردن جھکائے اجالا کو بغور تک رہا تھا۔

''ج..... جی۔''

وہ یکدم سٹ پٹا کر کھڑی ہو گئی۔ جس پر اسد کا ایک بھرپور قہقہہ اس خاموش کمرے میں گونج اٹھا۔

''ارے..... آپ تو بہت زیادہ ہی گھبرا گئی ہیں۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔''

وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اجالا کے کھڑے کھڑے پاؤں کانپ رہے تھے، نازک سا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا، چہرہ نہایت سفید پڑ گیا تھا۔

اسد اس کی ایک ایک کیفیت نوٹ کر رہا تھا۔ اسے لگا، اگر اس نے ذرا بھی اسے کچھ کہا یا اس کے نزدیک جا کر اسے ہاتھ لگایا۔ تو وہ بے ہوش ہو جائے گی۔ یا نازک سی کانچ کی گڑیا کی طرح کرچی کرچی ہو جائے گی۔ اس ماحول میں بجلی نے اچانک ہی دغا دے دیا تھا۔ اجالا کی تو جان پر بن آئی وہ اندھیرے سے بہت ڈرتی تھی۔ کجا تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو جائے۔

''آر یو اوکے؟''

اسد نے اس سے تھوڑے سے فاصلے سے پوچھا اور پھر اپنی جیب سے لائٹر جلا کر روشنی کی۔ اسد سے مدھم سی روشنی میں بھی اس کے چہرے کی زردی، اس کے جسم کا ہولے ہولے لرزنا، اس کے ہونٹوں کی کپکپاہٹ، آنکھوں میں خوف کوئی بھی کیفیت اس سے چھپی نہیں تھی۔ اس سے پہلے اس کو کچھ ہو جائے وہ لمحہ ضائع کئے بغیر اس تک پہنچ گیا۔

''وہ..... وہ..... ان..... اندھیرا، مجھے ڈر لگتا ہے، اندھیرے سے۔''

لہجے میں صاف کپکپاہٹ تھی۔

''میں جانتا ہوں تم ڈرتی ہو اندھیرے سے۔''

اسد نے اس کے دونوں شانے بڑے پیار سے تھام لئے، وہ اس کے نہایت نزدیک تھا۔ جس کا اجالا کو بہت دیر بعد احساس ہوا تھا۔ اس کی گرم گرم سانسیں اجالا کے گالوں کو انگارے کی مانند دہکا گئیں۔

''ٹھیک ہے ڈر اپنی جگہ۔ لیکن یہ شخص نہیں میں کوئی اپنی کمزوری اس کے ہاتھ میں نہیں دوں گی۔''

وہ ایک جھٹکے سے اس سے پیچھے ہوئی تھی۔ دل و دماغ میں عجیب سا بھونچال آ گیا تھا۔ آنکھیں لامعنی انداز میں اس کے چہرے پر ٹھہر کر رہ گئی تھیں۔ وہ اس سے 2 قدم پیچھے ہوئی تھی کہ پیچھے رکھے ہوئے صوفے سے ٹکرا کر اس پر گر پڑی۔ اسی چکر میں لائٹ بھی آ گئی تھی۔ کمرے میں چاروں طرف روشنی بکھری ہوئی تھی۔ جس سے تھوڑی سی دیر کیلئے اجالا کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے زور سے اپنی آنکھوں کو میچ لیا۔ کمرے میں اپنے علاوہ اسد کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی اس نے زور سے اپنی آنکھوں کو کھولا تو سامنے اس کو اپنی جانب یک ٹک تکتے پایا تھا۔ وہ گھبرا کر وہاں سے اس منظر سے ہٹ جانا چاہتی تھی۔ اس کا یہ ارادہ

اسد شاید بھانپ گیا تھا۔ جبھی اس تک آیا اور اپنے دونوں ہاتھ صوفے کی بیک سائیڈ پر ٹکا کر اس پر جھکا تھا۔ اس کے جانے کے راستے مفقود کر دیئے تھے۔ اسد نے اپنا چہرہ اس کے کان کے نہایت نزدیک کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ایک انچ ہلنے سے محروم تھی۔

"میں جانتا ہوں اس بات کا مجھے از حد یقین بھی ہے کہ تم امید ہو، صرف میری امید! لیکن یاد رکھنا اس بات کا جس وقت بھی پروف ہو گیا۔ میں تمہیں یہاں سے لے جانے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

اس کی دھیمی دھیمی سرگوشی نے اجالا کے پورے بدن میں سنسناہٹ سی پیدا کر دی تھی۔ پھر وہ وہاں رکا نہیں تھا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔ اجالا میں تو اتنی بھی ہمت نہ ہو سکی تھی کہ وہ اسے ایک نظر اٹھا کر دیکھ لیتی۔ وہ وہیں جم کر رہ گئی تھی، کتنے ہی وقت تک وہ اسی طرح منجمد سی بیٹھی رہی۔ آخر کو جب تھکنے لگی تو اپنے مردہ وجود کو گھسیٹتی ہوئی اپنے روم میں جا بند ہوئی۔ مہک کی واپسی کب ہوئی۔ انکل کب آئے اسے کچھ نہیں معلوم وہ ان سب سے بے خبر رہی۔

☆☆☆

"ہیلو۔"

صوفے پر T.V کے آگے اجالا اور مہک بیٹھی تھیں۔ جب ہی کیپٹن اسد کی آواز اس سے ٹکرائی تھی۔ وہ جو بیٹھی ہاتھ میں لئے لو اسٹوری بک پڑھ رہی تھی۔ جھٹ اس نے T.V دیکھتی مہک کی گود میں ڈال دی بک۔ اسد سے یہ منظر چھپا نہ رہ سکا۔

مہک اس کی حرکت پر کبھی کتاب کو تو کبھی اجالا کو دیکھتی۔ جب ہی اسد ان کے پاس آ بیٹھا۔

ایک تو اس کی غیر متوقع آمد، اوپر سے اس کے عنابی گداز لبوں پر رینگتی گہری مسکراہٹ اجالا سرتاپا سلگ کر رہ گئی۔ اور مہک سے T.V ریموٹ لے کر چینل پر چینل بدلنے لگی۔ والیوم اس نے کچھ تیز کر دیا تھا۔ تاکہ دھیان اسد اور مہک کی باتوں پر نہ جائے۔

"کب تک کتراؤ گی مجھ سے بس کچھ ہی دنوں کی بات ہے۔" خود سے یکسر انجان بنی امید کو دیکھتا ہوا وہ دل ہی دل میں مخاطب ہوا۔

"اور سنائیے کیسے ہیں آپ اسد بھائی! سب خیریت ہے ناں۔"

مہک بڑی خوشی اسلوبی سے مسکراتی ہوئی بولی تھی۔ باتوں کے دوران وہ اجالا کو کئی بار ٹوک چکی تھی کہ آواز سلو کرو۔ لیکن اس وقت اجالا بہت ضدی بنی ہوئی تھی۔ ان دونوں سے یکسر لاتعلق۔

باتوں ہی کے درمیان یہ جملہ اچانک اجالا کے کان میں پڑا تھا۔

"بابا! کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔"

جس پر اس نے T.V کا والیوم کم کر دیا تھا اور اپنا سارا دھیان اسد کی باتوں پر لگا دیا تھا۔

"خیریت کیا ہوا آپ کے بابا کو؟"

مہک نے بڑی نرمی سے پوچھا اس کا جواب سننے کے لئے اجالا نے والیوم کچھ اور سلو کر دیا۔ وہ بھی اندر سے بے چین ہو گئی تھی کہ بابا کی طبیعت خراب ہے۔ اس کا بس چلتا تو وہ اڑ کر ان کے پاس پہنچ جاتی۔ لیکن مجبور تھی اور یہ مجبوری بھی اسے اس کے جان سے عزیز بڑے بابا نے ہی تھمائی تھی۔

"اصل میں انہیں کچھ زکام ہے اور مجھے یاد بھی کر رہے ہیں۔ اس لئے میں آج کی فلائٹ سے کراچی جا رہا ہوں۔ برہان سر سے تو آفس میں ہی ملاقات ہو گئی۔ سوچا اپنی چھوٹی بہن سے بھی ملتا چلوں۔ او کے انشاء اللہ بہت جلد پھر ملاقات ہو گی۔"

وہ کھڑا ہو گیا۔

"او کے، محترمہ اجالا سہگل۔"

اب اس کا رخ اس کی طرف تھا۔ جو نا چاہتے ہوئے بھی انجان بننے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ اس کی بات پر اجالا نے اس پر بڑی مشکلوں سے نظریں اٹھائیں تھیں۔ پھر فوراً ہی نیچے بھی کر لیں۔

"میں جانتا ہوں تم بابا کا سن کر اندر سے کافی پریشان ہو گئی

ہو۔ تمہارے چہرے کے کوئی ایکسپریشن کیپٹن اسد ربانی سے چھپے نہیں رہ سکتے۔"

وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا چلا گیا۔

"اجالا کی بچی یہ کیا حرکت تھی۔"

اسد کے جانے کے بعد مہک نے اجالا کی کلاس لی۔

"جانتی ہیں آپ اسد بھائی اس اسٹوپڈ سی لواسٹوریز بکس کے بارے میں بہت پہلے مجھ سے پوچھ چکے ہیں۔"

مہک نے بک اٹھا کر میز پر پٹخی۔

"پوچھ چکے ہیں، مگر کیا؟"

"یہ ہی کہ اجالا کو لواسٹوریز بکس پسند ہیں۔"

"واٹ.....؟ اور تم نے کیا کہا؟"

وہ چونکتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔

"مجھے کیا کہنا تھا۔ ظاہری بات ہے۔ ہاں کہہ دیا۔"

"مہک! بے وقوف ہو پوری۔"

اس نے سائیڈ پر دھرا کشن اس کے سر پر دے مارا، اور فی الحال وہ اس بات کو اگنور کرتی ہوئی ربانی ہاؤس نمبر ڈائل کرنے کیلئے بھاگی، تاکہ بابا کی خیریت دریافت کر سکے۔

☆☆☆

شعبان گزر گیا تھا۔ رمضان کا چاند نظر آ گیا تھا اور 29 روزے گزر گئے تھے۔ لیکن اسد ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ آج چاند رات تھی اور کل عید تھی۔

مہک تو اپنی منگیتر کے ساتھ خوب شاپنگ کر رہی تھی۔ جبکہ اسے کوئی کریز نہ تھا۔ اس لئے وہ گھر میں کل کی عید کی تیاری کر رہی تھی۔ تقریباً اس نے رات 8 بجے تک تمام کام کر لیا تھا۔ کچن میں سویاں، دہی بڑے، شامی کباب، چاٹ وغیرہ، تقریباً سب کچھ بنا لیا تھا۔ اب گھر کی سجاوٹ کرنے میں لگی تھی۔ آج چاند رات تھی اس لئے نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اپنے کپڑوں پر استری کی رات 10 بجے تک تمام کام مکمل کر لیا اور انکل ابھی تک نہ آئے تھے۔ اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکان بھی سجی تھی۔ تو آنکھوں میں اداسی نے پہرہ ڈال رکھا تھا۔ وہ بہت تھک گئی تھی۔ اس لئے تھکن اتارنے کیلئے بیڈ پر دراز ہوئی ہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کسی نے بہت ہی زور سے کھولا تھا اور بنا وقت ضائع کئے اس تک آیا تھا۔ اس پر سے لحاف کھینچا اور اس کے نرم و نازک وجود کو اپنے مضبوط بازوؤں میں بھر لیا اور چلتا چلا گیا۔

اجالا اس اچانک افتاد پر گھبرا کر رہ گئی۔

"اسد! یہ کیا بدتمیزی ہے اتاریئے مجھے۔ میں کہتی ہوں رک جایئے۔"

وہ چیخ رہی تھی لیکن آج وہ اس کی ایک نہیں سن رہا تھا۔ چہرے پر سختی، لب بھینچے، نظریں سامنے کئے وہ چلتا چلا گیا۔ اس پر اجالا کی چیخ اس کے گھونسوں کا کوئی اثر نہ ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ مین گیٹ سے باہر آ گیا تھا۔

"اسد کے بچے چھوڑو مجھے، ورنہ بابا سے شکایت کروں گی تمہاری۔"

بالکل روانی میں یہ جملہ بول گئی تھی۔ جس پر اتنا ہوا تھا کہ بھینچے ہوئے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی تھی۔ وہ جب تک اس کو اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بٹھا چکا تھا۔

"او کے! کر دینا۔"

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

اجالا اندر تک کٹ کر رہ گئی، اور نازک سے لبوں کو دانتوں میں دبا لیا۔

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا بڑی خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ راستہ تمام ہوا اور گاڑی ایک شاندار بنگلے میں انٹر ہوئی۔

وہ اسے زبردستی ساتھ لئے اس کا ہاتھ پکڑے اپنے روم میں لے آیا، کمرے کی حالت دیکھ کر اس کے 14 طبق روشن ہو گئے۔ کمرے میں مرکزی بلب کی روشنی نے ہر شے واضح کر دی تھی۔ دیوار سے لگا جہازی سائز بیڈ جس پر گلاب کی پتیاں ہی پتیاں بکھری تھیں۔ پورے بیڈ کو ایک دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ موتیے اور گلاب کی لڑیاں ان کی خوشبو کے ساتھ ساتھ پرفیوم کی تیز خوشبو نے اس کا دماغ چکرا کے رکھ دیا تھا اور سامنے کھڑا اسد جو اس کا ہاتھ بڑی نرمی سے پکڑے اسے بڑی پیار بھری نظروں سے تک رہا تھا۔

"امید! آئی ایم سوری۔"

"نہیں ہوں میں امید، میں اجالا ہوں صرف اجالا، چھوڑو میرا ہاتھ۔"

اس نے غصہ میں اپنا ہاتھ اس سے چھڑایا اور باہر جانے لگی۔ جب ہی اسد نے اس کا بازو تھام لیا اور ایک ہی جست میں اپنے نزدیک کیا۔

"بس امید، بس؛ بہت ہو گیا۔ بہت سزا دی ہے تم نے مجھے اب اور نہیں، میں مانتا ہوں اپنی غلطی کہ میں نے تمہارا دل دکھایا تمہیں رلایا ہے۔ لیکن تم نے بھی تو کچھ کم نہیں کیا۔ تم نے بھی تو اپنا حساب چکا دیا ناں۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی چکایا ہے تم نے۔ تم کیا سمجھتی تھیں کہ میں نے تمہیں پہچانا نہیں تھا؟ تم غلط ہو۔ پہچان تو میں تمہیں اسی دن گیا تھا۔ جب روڈ پر تمہیں گرنے سے بچایا تھا۔ پہچان تو میں تمہیں اس دن بھی گیا تھا۔ جب مہک کی منگنی میں تیار دیکھا تھا۔ وہ بازو بند میں نے ہی تمہیں خرید کر دیا تھا ناں۔ تم کیا سمجھتی تھیں میں اگر برہان انکل کے گھر جاتا تھا تو تمہیں اگنور کر دیا کرتا تھا۔ نہیں! تمہاری ایک ایک حرکت میری نظروں میں تھی۔ 5 سال سے ہم ایک ساتھ رہے ہیں۔ تمہاری ہر سانس۔ ہر انداز سے میں واقف ہوں۔"

وہ اس کے ان سارے انکشافات پر بھونچکا سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میں نے خود تمہیں نہیں ٹوکا کیونکہ کچھ سزا کا مستحق میں بھی ہوں۔ لیکن اب مجھ میں ہمت نہیں رہی تھی۔ میرا ضبط کھونے لگا تھا۔ میں تمہیں اپنے سے اور دور نہیں دیکھ سکتا تھا۔"

اس نے امید کو مزید اپنے نزدیک کیا۔

"نہیں چھوڑو مجھے۔"

وہ ہڑبڑا کر اس سے پیچھے ہوئی تھی۔

"اس کا مطلب ہے تم ابھی بھی انکاری ہو؟"

وہ اسے تیز نظروں سے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے اس کی جانب سے اپنا رخ پھیر لیا اور چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے رونے لگی۔ وہ کمزور پڑ گئی تھی۔ اس کی دیوانگی کی تاب نہ لا پا رہی تھی۔

"یہ نشان یاد ہے امید؟"

اس نے اس کے رونے کی پرواہ کیے بغیر اس کا وہ بازو پکڑا جہاں اس کی وجہ سے وہ داغ تھا۔ جو سیڑھیوں پر گرنے کی وجہ سے لگا تھا۔ وہ اس کی روتی ہوئی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"اور ایسا ہی ایک داغ تمہاری کمر پر ہے۔ جو کہ بچپن میں وہ بھی میری وجہ سے ہی لگا تھا۔ یاد ہے تمہیں یاد دکھاؤں؟"

اسکے لفظوں پر امید سٹپٹا گئی کہ اس کا کوئی بھروسہ بھی نہیں۔ امید کی طرف سے جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"ٹھیک ہے، میں تمہارا وہ داغ دیکھوں گا اگر وہ نہیں ہوا تو تم یہاں سے جا سکتی ہو۔"

اسد نے آخری پتہ پھینکا تھا۔ جس پر امید نے شرم و حیا کے مارے خود کو پسینے میں ڈوبا ہوا محسوس کیا۔ وہ گھبرا کر پیچھے قدم ہٹانے لگی۔ جبکہ اسد آگے آنے لگا۔

"نہیں اسد پلیز! ایسا مت کیجیے۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔

"میں کراچی گیا تھا، بابا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے کہ مجھے تمہارا احساس دلانے کیلئے انہوں نے تمہیں اپنے دوست برہان لغاری کے پاس زبردستی بھیجا تھا اور دیکھ لو۔ تمہارے بغیر میں کتنا اکیلا کتنا تنہا ہو گیا ہوں۔ ہر پل میں نے تمہیں یاد کیا ہے۔ تمہارے مرنے کی خبر جب مجھ تک پہنچی تو میں نے محسوس کیا۔ جیسے میرے جسم سے روح پرواز کر گئی ہے۔ تمہیں کھو کر میں ہر لمحہ اذیت میں رہا ہوں۔ میری زندگی کا کوئی مقصد نہ تھا لیکن جب میرا ٹرانسفر اسلام آباد میں ہوا۔ تو تم ملیں جب تمہیں دیکھا تو میں جیسے جی اٹھا۔ لیکن تمہارے بار بار جھٹلانے پر میری ساری خوشی ڈھیر ہو گئی۔ پھر جب کرنل برہان کے گھر تم کو دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی کہ تم امید ہو۔ میں نے مہک کو اعتماد میں لیا۔ کچھ تمہارے بارے میں اس سے پتہ چلا۔ آہستہ آہستہ مجھ پر ہر راز منکشف ہوتا گیا اور آخر کو میں نے بابا کو اپنا

بھرپور یقین دلایا کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمہیں کھو نہیں سکتا۔"

"جب یہ انکشاف ہوا کہ وہ امید ہے اجالا نہیں۔ وہ ہر پرت کھولتا جا رہا تھا۔ اور امید بغور آنسو بہائے اسے سن رہی تھی۔"

"پلیز امید! مجھے معاف کردو۔ آج چاند رات ہے اور ہماری زندگی کی شروعات کا پہلا دن۔ تو کیا ساری رات اسی طرح روٹھتے مناتے گزار دو گی۔"

اس نے ایک نظر میں اس کے سراپے کا پورا جائزہ لے ڈالا۔ بغیر سلوز کی پنک سلک کی نائٹی اس کی شہابی رنگت پر خوب کھل رہی تھی۔

"آپ نے مجھے بہت رلایا ہے۔"

وہ روٹھتے ہوئے منہ پھیر گئی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسد کو دکھی و اداس نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس کے بغیر اگر اسد نہیں رہ سکتا تھا۔ تو وہ خود کون سا سکون میں تھی۔ اب اسد کو ویسے بھی سب پتہ چل چکا تھا۔ اب اور جھوٹ ویسے بھی اس سے بولا نہیں جانا تھا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اس سے زیادہ پیار دوں گا۔"

وہ اس کے پاس چلا آیا۔

"ویسے کل عید ہے اور میں نے تمہارے لئے کل کی تمام شاپنگ خود کی ہے۔ اور ایک اہم بات۔ وہ یہ کہ کل ربانی ہاؤس کے تمام مکین ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں اور ساتھ میں مہک اور برہان انکل بھی۔"

"سچ....."

وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ جس پر اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"اب مجھے میری شاپنگ دکھاؤ۔"

وہ اپنے چہرے کو صاف کرتی ہوئی بولی۔ اسد کو دیکھتے ہوئے امید کی نظر اپنے سامنے قد آور آئینہ پر پڑی تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اس کے دیکھنے پر اسد نے بھی وہیں نگاہ دوڑائی۔ تو سمجھ گیا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔

"اسد....." اپنا جائزہ لینے کے بعد بمشکل اس کے منہ سے صرف یہ ہی نام نکلا۔ وہ پہلی بار اسد کے سامنے اس حلیے میں تھی۔ جس پر وہ زمین میں گڑ کر رہ گئی۔ کنفیوژ سی شرمیلی سی امید پر اسد کو اس وقت ڈھیروں پیار آیا۔ اس کی حالت پر اسد اپنا بے ساختہ قہقہہ ضبط نہ کر سکا۔ وہ شرم سے مزید دوہری ہو گئی۔ آخر کو جب اس کا قہقہہ نہ رکا تو اس کے کشادہ سینے پر ہمت کر کے زوردار مکا رسید کیا۔ جس پر اسد نے اسے اپنے پاس کھینچ لیا۔

"تمہاری یہ ادا سب سے خوبصورت ہے۔"

اچانک ہی آسمان پر فائرنگ و پٹاخوں کی آواز سنائی دی۔ جو شاید سامنے والے گھر سے کی جا رہی تھی۔ کل عید کی خوشی میں۔ ان دونوں کے اس حسین ملن پر شاید وہ لوگ بھی بہت خوش تھے۔ جبھی آدھے گھنٹے تک اس سلسلے کو برقرار رکھا تھا۔

"چلو! پہلے میں تمہارے خوبصورت ہاتھوں میں اپنے نام کی مہندی لگوا کر لاتا ہوں۔ کل تم کو دلہن کی طرح سجنا ہے تاکہ لگے کہ آپ مسز اسد ربانی ہیں جو کہ ناسمجھی میں ہی ہماری بیگم کا عہدہ سنبھال چکی تھیں۔ کیوں کیا خیال ہے میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔ اب تو مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی نا؟"

"ویسے ایکٹنگ بڑی زبردست کی تھی کیا نام تھا تمہارا "اجالا سہگل" یہی ناں۔"

"آپ سے تو کم ہی ایکٹر ہوں۔ اور اب میں آپ کو کہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے شرما کر اس کے بازو پر اپنا سر دھر دیا۔ جسے اسد نے بہت ہی نرمی سے اپنے اندر چھپا لیا۔ کبھی نہ چھوڑنے کے لئے۔

☆☆☆